

JOURNAL OF ISLAMIC CIVILIZATION AND CULTURE (JICC)

Volume 3, Issue 1 (Jan-June, 2020)

ISSN (Print): 2707-689X

ISSN (Online) 2707-6903

Issue: <http://ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/issue/view/8>

URL: <http://ahbabtrust.org/ojs/index.php/jicc/article/view/105/105>

Article DOI: <https://doi.org/10.46896/jicc.v3i01.105>



Title:

Methodology of Qur'anic Interpretation
in Faiḍ al-bārī by Anwar Shah Kashmīrī:
A Research Study.

Author (s):

Muhammad Abdul Razzaq & Dr.
Muhammad Hammad Lakhvi

Received on:

29 June, 2019

Accepted on:

29 May, 2020

Published on:

25 June, 2020

Citation:

Abdul Razzaq, Muhammad & Dr.
Muhammad Hammad Lakhvi
“Methodology of Qur'anic
Interpretation in Faiḍ al-bārī by
Anwar Shah Kashmīrī: A Research
Study,” JICC: 3 no, 1 (2020): 290-

Publisher:

Al-Ahbab Turst Islamabad

[Click here for more](#)



فیض الہاری از انور شاہ کشمیری میں تفسیر قرآن کا منہج: تحقیقی مطالعہ

محمد عبدالرزاق *

پروفیسر ڈاکٹر محمد حماد لکھوی **

Abstract

Allamah Anwar Shah Kashmiri, is one of the famous writer and great scholar of subcontinent. He wrote many books in Islamic Studies and Literature. One of his well-known book *Faiḍ al-bārī*, which is the interpretation of *Ṣaḥīḥ al-bukhārī*. It is more significant than his other books which has many features & characteristics, which we are presenting in this research are more valuable and much better than all. He interprets the *aḥādīth* and *Qur'anic* verses as well as in brilliant style and realistic approach which made this book more reliable for scholars. In his book he secured a huge attention by scholars of subcontinent because his explanation has many qualities and features i.e. accuracy of meaning, exact meaning of Arabic word, meaning of silent word from text, idiomatic translation, sequence of meaning etc. the said book also has many characteristics and features which highlights it among many other interpretations of *ahadith* as well as among some interpretations aslo. In this paper, we've presented a research on the methodology of his great interpretations along with their features and qualities.

Key Words: Anwar Shah, Kashmiri, Interpretation, *Faiḍ al Bārī*, *Ṣaḥīḥ al-bukhārī*, *Qur'anic*, Verses, *Aḥādīth*.

* اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ میونسپل ڈگری کالج، فیصل آباد، پنجاب۔

** ڈین ادارہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

تمہید:

اللہ رب العزت نے انسانی راہنمائی کے لیے ہر دور میں انبیاء علیہم السلام کو بھیجا۔ اسی سلسلہ کی ایک عظیم اور آخری کڑی خاتم النبیین سیدنا محمد الرسول اللہ ﷺ کی ہستی ہے۔ جنہوں نے وحی کے ذریعے امت کی راہنمائی فرمائی۔ آپ کی وحی کی تشریح، قولی راہنمائی، فعلی عملی کردار، تقریری وضاحت کو امت نے مختلف کتابی مجموعوں کی شکل میں جمع کیا۔ ان میں سے ایک عظیم نام صحیح البخاری کا ہے۔ جس کی شروحات بے شمار علماء اور ائمہ نے کیں۔ ان میں سے ایک نمایاں کام علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا ہے۔ جو تدریسی طور پر انہوں نے امت کی نظر کیا۔ جسے ان کے شاگرد رشید بدر عالم میرٹھی نے "فیض الباری علی صحیح البخاری" کے نام سے جمع کیا۔ اس کے مختلف طبعات ہیں، مگر سب سے زیادہ معروف طبعہ دار الکتب العلمیہ بیروت کا ہے جو چھ 6 جلدوں پر محیط ہے۔ اس کا ایک مقدمہ خود جامع نے اور دوسرا مقدمہ علامہ محمد یوسف بنوری نے لکھا ہے۔ جسے اسلامی مکتبات میں ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا تعارف اور علمی خدمات:

علامہ انور شاہ کشمیریؒ کا اپنے ہاتھوں سے تحریر کردہ نسب نامہ آٹھ پشتوں تک یوں ہے۔

محمد انور شاہ بن محمد معظم شاہ بن شاہ عبد الکبیر بن شاہ عبد الخالق بن الشیخ بابا عبد اللہ بن الشیخ مسعود زوری علیہم الرحمہ۔¹ آپ کے اسلاف میں سے جد اعلیٰ الشیخ مسعود زوری 950ھ میں بغداد سے ملتان اور وہاں سے لاہور ہوتے ہوئے کشمیر میں جا آباد ہوئے۔ وہاں کے علاقہ لولاب کے ایک گاؤں "ورنو" میں انور شاہ قیام پذیر رہے۔² آپ کی ولادت 27 شوال 1292ھ بمطابق 17 اکتوبر 1875ء بوقت سحر اپنے ننھیال موضع دودھوان لولاب کشمیر میں ہوئی۔³ ابتدائی تعلیم چار سال چار ماہ چار دن کے ہونے پر شروع کی۔ والد محترم سے قرآن مجید اور فارسی زبان میں ابتدائی نصابی کتب پڑھیں۔ عربی زبان میں فقہ کی کتب، قدوری اور نبیہ المصلیٰ کے ساتھ گلستان و بوستان سعدی پڑھیں۔ پھر نحو کی طویل کتابیں پڑھیں۔ حتیٰ کہ بارہ سال کی عمر میں فتویٰ دینے کی صلاحیتوں سے مالا مال ہوئے۔⁴ غیر معمولی ذہانت و فطانت اور حافظہ کے مالک تھے۔ کمزید تعلیم کے لیے سرزمین ہزارہ کے علمی مدارس اور مشائخ کی طرف 1305ء میں عازم سفر ہوئے جہاں منطق و فلسفہ کا علم حاصل کیا۔⁶ 1308ء میں دارالعلوم دیوبند میں آئے چار سالہ کورس مکمل کیا۔⁷ شیخ الہند محمود الحسنؒ سے بھر بیس سال دورہ حدیث کی سند لی⁸ پھر سرزمین گنگوہ میں مفتی رشید گنگوہی سے سند حدیث کے ساتھ تصوف میں سلوک و طریقت کے مدارج طے کیے اور ان کی بیعت ہوئے۔ فقہ

وحديث کے عالم ہونے کے باوجود طبیعت میں تصوف کا میلان ہمہ وقت اور پوری عمر رہا۔⁹ 1315ھ تا 1320ھ جامعہ امینیہ دہلی میں تدریسی ذمہ داریوں کو نبھایا۔¹⁰ پھر کشمیر بارہ مولہ میں مدرسہ بنیاد رکھی۔¹¹ پھر 1325ھ تا 1345ھ تک 20 سال دارالعلوم دیوبند میں تدریسی خدمات سرانجام دیں۔¹² 1346ھ تا 1351ھ تک جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، ضلع سورت انڈیا میں تدریس و تالیف سے وابستہ رہے۔¹³ یہاں تک کہ 3 صفر 1352ھ سوموار کی رات گیارہ اور بارہ بجے کے درمیان بعمر 60 سال خالق حقیقی سے جا ملے۔¹⁴ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ علامہ اقبالؒ نے انہی کی وفات پر مشہور زمانہ شعر کہا:

ہزاروں سال نہ گھس اپنی بے نوری پے روتی رہی

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا¹⁵

موصوف صاحب علم اور صاحب مطالعہ تھے۔ قوت حافظہ میں لاثانی تھے۔ فتح الباری کا 13 مرتبہ بالاستیعاب مطالعہ کیا۔¹⁶ لوگ اپنی کتب کی تقاریر آپ سے لکھوانا سعادت سمجھتے تھے۔ اساتذہ کے ساتھ ادب و احترام¹⁷ اور طلبہ کے ساتھ پیار، محبت اور شفقت بھرے سلوک میں اپنی مثال آپ تھے۔¹⁸ تقویٰ، پرہیزگاری، تواضع اور عبادت گزاری سے خاص شغف تھا۔ اخلاقی رذائل، غیبت، بدگوئی، چغلی اور بدنگاہی سے کوسوں دور تھے۔ بے شمار مشہور زمانہ تلامذہ چھوڑے۔¹⁹

علمی خدمات میں سرپرست دینی کتب کی لگ بھگ 40 سال تک وہ تدریس ہے جس نے دنیا بھر میں بالعموم اور برصغیر میں بالخصوص اپنے علمی نقوش چھوڑے۔ کفر و مرزائیت کا عملی میدان میں ایسا تعاقب کیا کہ مقدمہ بہاولپور تارخ نکاح حصہ بن گیا۔²⁰

تالیف و تصنیف میں بیش بہا خدمات امت کی نظر کیں۔ عقیدہ اسلام المعروف "حیۃ المسیح"، "التصریح بما تواتر فی نزول مسیح"، "اکفار المحدثین فی ضروریات الدین خاتم النبیین"، "فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب"، "خاتمہ الخطاب فی فاتحۃ الکتاب"، "نبیل الفرقین فی مسئلۃ رفع الیدین"، "بسط الیدین لنیل الفرقین"، "کشف السند عن صلاۃ الوتر"، "ضرب الخاتم علی حدوث العالم"، "مرقاۃ الطارم لحدوث العالم"، "ازالۃ الدین فی الذب عن قرۃ العین"، "سہم الغیب کبداہل الریب" جیسی علمی تصانیف اور رسالے لکھے۔²¹ اور جو کتب آپ کی املاء اور یادداشتوں سے مرتب کیں، ان میں سرپرست "فیض الباری علی صحیح البخاری" ہے۔ علاوہ ازیں "العرف الشذی بشرح جامع

الترمذی"، "انوار المحمود فی شرح سنن ابی داؤد"، "حاشیہ سنن ابن ماجہ"، "صحیح مسلم کی املائی شرح"، "خریۃ الاسرار" اور "مشکلات القرآن" کے نام سے دنیا علم میں معروف ہیں۔²²

فیض الباری جو کہ صحیح البخاری کی شرح اور بے شمار علوم کا بحر ذخار ہے۔ ان میں سے ایک علم قرآنیات، علوم القرآن اور علم التفسیر ہے۔ ان سطور میں علامہ انور شاہ کشمیری کے قرآنیات، علوم القرآن کے ایک انتہائی اہم پہلو علم التفسیر کے حوالے سے علمی مناہج اور تفسیری اسالیب کا تحقیقی و استقرائی مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔

کشمیریؒ کا منہج تفسیر:

1. آیات قرآنیہ کی تفسیر کے لیے فاضل پہلے آیت یا آیت کا ٹکڑا لاتے ہیں، جس کی تفسیر مقصود

ہو۔²³ مثلاً قولہ:

"وَلْيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا"

"اور تاکہ اللہ ان لوگوں کو جان لے جو ایمان لائے"

2. پھر جس مفسر سے تفسیر بیان کرنا ہو، اس کا نام اور اس کی تفسیر بتاتے ہیں: مثلاً

وفسرہ السیوطی بقولہ: "ولیمیز اللہ"²⁵

"امام سیوطیؒ نے "یعلم" کی تفسیر یہ کی ہے کہ اللہ ان میں امتیاز فرمادے"

3. پھر اس تفسیر کی اگر کسی نے موافقت کی ہو تو اس کا بھی تذکرہ کرتے ہیں: مثلاً

"کذا لک الامام الراغب"²⁶

"امام راغب نے بھی یہی تفسیر بیان کی ہے"

4. پھر اس تفسیر کی حیثیت کے بارے اپنا موقف بیان کرتے ہیں

"وهذا لا یزید عندی علی امر عقلی"²⁷

"یہ تفسیر میرے نزدیک صرف عقلی بنیادوں پر کی گئی ہے۔ (جس میں قرآنی اسلوب کو مد نظر

نہیں رکھا گیا)"

5. پھر ایسے مفسرین اور ان کی تصانیف کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے مولف کے نزدیک بہتر

تفسیر بیان کی ہو، ان کا اجمالاً تذکرہ کرتے ہیں: مثلاً

"و مرعلیہ الزمخشری، وصاحب المدارک وقد اجادا"²⁸

"اس تفسیر کو امام زمخشری (صاحب الکشاف) اور امام نسفی (صاحب مدارک التنزیل و حقائق التاویل) نے بھی اپنے انداز میں ذکر کیا ہے اور بہترین تفسیر سے نوازا ہے"

6. پھر اس کی تفصیل جس نے بیان کی ہو اس کی طرف بھی اشارہ کر جاتے ہیں: مثلاً
"فصلہ مولانا شیخ الہند فی" فوائدہ"²⁹

"اس کی تفصیلات" فوائد" میں شیخ الہند نے بیان فرمائی ہیں"

7. پھر اپنے نقطہ نظر کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

قلت: "والذی تبین لنا من صنیع القرآن انه نزل بمحاورا تم ولم ینتج فی موضع عما یحاورونه فیما بینہم"³⁰

"میری رائے یہ کہ اسلوب قرآن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے وہ عرب کے لب و لہجہ اور انداز گفتگو سے ہٹ کر ذرا سا بھی کوئی بات نہیں کرتا"

8. پھر منہج تفسیر کیا ہونا چاہیے اسے بیان کرتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ قرآن کی تفسیر میں اسلوب

قرآن، صنیع قرآن، انداز قرآن، منہج قرآن، اور اس کے سلیقہ گفتگو اور محاوراتی انداز بیان کو مد نظر رکھے بنا صرف عقلی بنیاد پر تفسیر نہیں کرنی چاہیے

9. پھر اس کی مزید تسہیل فرماتے ہیں:

"فالمراد منه رؤیة الشئ فی الخارج بعد خروجه من عالم الغیب"³¹

"(و لیعلم) سے مراد یہ ہے کہ جو بات پہلے سے اللہ کے علم غیب میں موجود تھی اس کی عملی شکل اللہ اس جہان میں دیکھنا چاہتے ہیں"

10. بات کو مزید آسان لفظوں میں واضح کرتے ہیں:

"و ان کان یعلم الذین آمنوا من یسوا کذا لک قبلہ ایضاً لکنہ اراد ان یری فی الخارج ایضاً ما قد علمہ فی عالم الغیب"³²

توضیح:

اگرچہ یہ بات اللہ کے علم میں تھی، کہ کون کس پانی میں ہے؟ جب موقع ملا تو مومنین کیا کریں گے اور

منافقین کیا؟ پھر بھی رب نے چاہا کہ اس جہان رنگ و بو میں اس کا عملی مظاہرہ دنیا بھی دیکھ لے کہ کون کیا ہے؟ اور لوگ تقدیر کو بہانہ بنا کر بد عملی کو دلیل نہ بنا سکیں لہذا تقدیر کے نظریہ کو "تدبیر" کی عملی شکل میں دیکھنا چاہا اور موقع عمل فراہم کر کے کون کیا ہے؟ اس کی اصلیت جو رب کے علم میں تھی وہ دنیا کے سامنے بھی عیاں کر دی۔

11. پھر اپنے مدعا کو ہمارے ہاں کی روزمرہ کی مثالوں سے واضح کرتے ہیں:

"علي حد قولك لصاحبك: اني لا اثق بك حتى ارى منك الامر كذا"³³

"جیسا کہ آپ اپنے کسی ساتھی کو کہیں، مجھے آپ پر تب تک یقین نہیں آئے گا جب تک کہ آپ اس کام کو کرنے گزریں"

12. پھر اللہ کی صفت علم کی وضاحت فرماتے ہیں:

"فالله سبحانه يعلم الاشياء على تفصيلها التي ستقع عليها"³⁴

"اللہ کی شان تو یہ ہے کہ جو واقعات ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے وہ ان سب کی تفصیلات کو جانتا ہے"

اور اس کا علم غیب اس کے پاس ہے۔

"و لكنه اراد ان يراها في الخارج، كما علمه"³⁵

"لیکن جیسے یہ سب امور اس کے علم میں ہیں، ویسے ہی اس کی مشیت اور ارادہ، یہ بھی ہے کہ وہ ان چیزوں کا عملی مظاہرہ اس جہان میں اپنی مخلوقات میں دیکھے"

13. آخر میں پوری گفتگو کا خلاصہ ایک سطر میں بیان کر کے بات ختم کر دیتے ہیں۔ مثلاً

"فهذا بالحقيقة ابراز شئ من عالم الغيب الي ساحة الوجود"³⁶

"یہ دراصل کسی پوشیدہ چیز کو جہان غیب اور جہان علم سے جہان وجود اور میدان عمل میں لانے کی بات ہے"

تفسیر القرآن بالقرآن:

کاشمیری تفسیر القرآن بالقرآن کا اہتمام فرماتے ہیں:

جیسا کہ لفظ "الرحمن" اور "الرحیم" کے متعلقات کا تذکرہ کرتے ہوئے قرآنی استقراء کا بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

قلت: "ان" "الرحمن" مهما وجدناه في القرآن لم نجده متعلق يتعلق به۔³⁷ بخلاف "الرحيم" قال الله تعالى:

"الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى"³⁸ فلم يذكره مفعولاً به، وقال تعالى: "بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ"³⁹ فذكره

"میں کہتا ہوں لفظ "الرحمن" قرآن میں جہاں جہاں بھی آیا ہے اس کے ساتھ کوئی متعلق ذکر

نہیں ہوا، جیسا کہ "الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى" میں مفعول بہ کا تذکرہ نہیں کیا گیا۔ مگر فرمان

باری تعالیٰ "بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ" میں رحیم کا متعلق "بِالْمُؤْمِنِينَ" ذکر کیا گیا ہے

صیغہ تمریض "قیل" کا استعمال:

تفسیر کرتے ہوئے جب اقوال لاتے ہیں تو زیادہ تر "قیل" کا صیغہ استعمال کرتے ہیں، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ

"الرحمن الرحيم" کی تفسیر میں اقوال مفسرین کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قیل: الاول ابلغ من الثاني۔ وقيل: ان الاول علم بالغلبة، والثاني صفة"⁴⁰

"الرحمن الرحيم کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ لفظ الرحمن میں لفظ الرحيم سے زیادہ مبالغہ ہے۔ اور

یہ بھی کہا گیا ہے کہ الرحمن بنا ہی مبالغہ کے لیے بطور علم ہے۔ جبکہ الرحيم میں صرف صفت

مبالغہ کا ذکر ہے"

ذاتی رائے اور موقف کی وضاحت:

تفسیر میں اگر ائمہ مفسرین کی آراء سے ہٹ کر اپنی کوئی رائے بیان فرماتے ہیں تو اپنے موقف پر استدلال و استشہاد

پیش کرتے ہیں، جیسا کہ مسئلہ خلافت کا مناسط (دار و مدار) علم ہے یا بندگی اور عبودیت؟ اس حوالے سے گویا ہیں:

"و اعلم ان العبودية هي مناط الخلافة عندی، وان اختار المفسرون انه العلم، وذلك لان الخلق اذ ذاك

كان على ثلاثة انواع: ابليس، فانه ناظر ربه ولم يكن له ذلك فصار مطروداً ملعوناً و ملائكة الله فاتهم

ايضاً لم يتخلصوا عن اساءة ادب، فلما تابوا عفا عنهم، والثالث آدم، وهذا هو الذي لما عاتبه ربه لم

يعكلم بحرف، ولم يواجهه الا بالبكاء، وذلك دليل على كمال العبودية"⁴¹

"جان لیجیے کہ انسان کو خلیفۃ اللہ بنائے جانے کی وجہ اور تاج خلافت سے سرفراز فرمائے جانے

کا سبب اس کی عبادیت اور بندگی ہے۔ اگرچہ مفسرین کے نزدیک علمی تفوق ہے۔ کیونکہ اس

وقت مخلوقات تین طرح کی تھیں۔ ایک شیطان تھا جو رب تعالیٰ کے ساتھ مناظرانہ روش پر اتر آیا اور راندہ درگاہ ہوا، دوسرے فرشتے تھے ان سے بھی رب کے فیصلے پر اعتراض کی بناء پر سوئے ادب کا معاملہ ہو گیا۔ انہوں نے جب رکوع کر لیا تو رب تعالیٰ نے معاف فرمادیا، تیسرے نمبر پر آدم علیہ السلام تھے: ان سے جب غلطی ہوئی اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کا مؤاخذہ فرمایا تو وہ جواب میں کسی قسم کا کوئی عذر یا بہانہ یا صفائی میں نہیں بولے، بس آہ و بکا اور معافی و دعا کی راہ اپنائی، جو کہ کمال بندگی اور عبدیت کی دلیل ہے "

معتقدین و متاخرین کے ہاں علمی اصطلاحات کے فرق کی وضاحت:

علمی اصطلاحات کا معتقدین و متاخرین کے ہاں فرق کو واضح کرتے ہیں، جیسا کہ "مجاز" کے استعمال کی بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ان المجاز فی مصطلح القدماء لیس هو المجاز المعروف عندنا بل عبارة عن موارد استعمال اللفظ ومن هنا سمي ابو عبيدة تفسيره "بمجاز القرآن" وهذا الذي يريده الزمخشري من قوله: "ومن المجاز كذا" ⁴²

"معتقدین کے ہاں مجاز کا وہ معنی نہیں ہے جو متاخرین کے ہاں ہے۔ بلکہ وہ اس سے مراد معنی،

مفہوم اور مصداق مراد لیتے ہیں۔ اسی لیے ابو عبیدہ نے اپنی تفسیر کا نام "مجاز القرآن" رکھا

ہے۔ اور یہی مراد ہوتی ہے زمخشری کی جب وہ کہتے ہیں کہ اس "مجاز" یہ ہے "

اس کے بعد متاخرین کے ہاں "مجاز" کے مفہوم کو واضح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"و هو عند المتأخرين بمعنى صرف الكلام عن الظاهر" ⁴³

"متاخرین کے ہاں مجاز سے مراد کلام کو ظاہری معنی و مفہوم سے پھیر دینا ہے "

منہج احالہ:

14. کبھی کسی مسئلہ کو خود سے واضح کرنے یا بیان کرنے کی بجائے کسی دوسرے مؤلف کی تالیف یا

تصنیف کی طرف راہنمائی کر دیتے ہیں۔ جیسا کہ فرماتے ہیں:

قوله: "وَالرَّبِّيُّونَ وَالْأَخْبَارُ" وراجع الفرق بينهما في "مقدمة ابن خلدون" ⁴⁴

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "وَالرَّبِّيُّونَ وَالْأَخْبَارُ" ان دونوں میں کیا فرق ہے یہ جاننے

کے لیے ابن خلدون کے مقدمہ کی طرف رجوع کیجئے"

15. کبھی خود تفسیر کرنے کی بجائے کسی دوسرے مؤلف کی تالیف کی طرف احالہ فرماتے ہوئے

مرجعہ کا بول دیتے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 142 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"وراجع تفسیرہ فی "فتح العزیز" 45"

کہ اس آیت یعنی

"سَيَقُولُ السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلَّهُمْ عَن قِبَلِهِمُ الَّذِي كَانُوا عَلَيَّهَا..."

کی تفسیر کے لیے "فتح العزیز" کا مطالعہ کیجئے۔

16. کبھی جسی آیت کی تھوڑی بہت تفسیر خود کرنے کے بعد مزید تفصیل کے لیے کسی کتاب کا

حوالہ دے کر کہتے ہیں اس کتاب کی طرف رجوع کیا جائے۔ جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر

148 میں نماز کے لیے جہت اور قبلہ رخ ہونے کے مسئلہ کو اختصار سے بیان کرنے کے بعد

فرماتے ہیں: "وراجع فتح العزیز" 46 مزید تفصیل کے لیے "فتح العزیز" کی طرف رجوع کیجئے۔

17. اسی طرح موضوع تفسیر یا عنوان کو بیان فرما کر اس کی تفصیل دیے بنا ایک سے زیادہ کتب کی

طرف راہنمائی فرمادیتے ہیں۔ جیسا کہ قرآنی آیات کے تکرار کے مسئلہ کو ذکر کرتے ہوئے

اس کی تفصیل نہیں دی بس احالہ فرمادیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"و فی تکرار الآیة کلام مشہور و تعرض الیہ النیضاوی، وکتب علیہ العلامة عبد الحکیم

السیالکوتی ایضاً" 47

قرآنی آیات کے تکرار کا مسئلہ کافی مشہور و معروف ہے۔ جس پر علامہ بیضاوی اور

علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی نے قلم اٹھایا ہے۔

مفردات کی تشریح:

18. الفاظ آیات کے معانی اردو زبان میں بیان فرمادیتے ہیں: مثلاً

قولہ: "مُسَوِّمِينَ" 48 کا معنی یوں بیان کرتے ہیں "وردی پہنے ہوئے"

19. پھر اس لفظ کی توضیح و تشریح عربی میں فرماتے ہیں:

مثلاً "وذلك لا لقاء الرعب في قلوب الذين كفروا، فان للذي الحسن تاثيرا في القاء المهابة على العدو" ⁴⁹

"وردی کا استعمال اس لیے کہ کفار کے دل میں اک رعب پیا ہو جائے۔ کیونکہ اچھے باوردی لباس اور یونینام کا دشمن پر دھاک بٹھانے میں ایک اثر ہوتا ہے"

20. کبھی الفاظ کی تشریح عربی زبان ہی میں کرتے ہیں: مثلاً

"قوله: ويذهب عنكم رجز الشيطان" ⁵⁰ ای وساوسہ"

"ارشاد باری تعالیٰ: "ويذهب عنكم رجز الشيطان" رجز یعنی شیطان کے دوسوے"

مراد کلمات کی توضیح:

21. دوران تفسیر کلمات اور جملوں کی مراد کی توضیح فرماتے ہیں۔

جیسا کہ "غير المغضوب عليهم ولا الضالين" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ⁵¹

"والاول هم اليهود" ⁵²

"پہلے یعنی "المغضوب عليهم" سے مراد یہودی ہیں"

پھر اس غضب کا سبب بیان کرتے ہیں:

"وانما غضب عليهم لانكار رسالة النبي صلى الله عليه وسلم" ⁵³

"ان پر غضب کا سبب رسالت محمدی کا انکار ہے جو کہ بدیہی معاملہ ہے"

"والثاني هم النصارى" ⁵⁴

"دوسرے لفظ "الضالين" سے مراد عیسائی لوگ ہیں"

"لنحيطهم في التحقيقات العلمية، كسنة التوحيد في التثليث"

"ان کی گمراہی کا سبب ان کا علمی میدانوں میں تحقیق کے نام پر بھٹکانا ہے۔ جیسا کہ وہ

تثلیث میں توحید کے اثبات کے چکروں میں عمر ضائع کر بیٹھے ہیں"

22. تفسیری موقف کی تائید کیلئے مشہور علماء ائمہ میں سے کسی کا قول نقل کرتے ہیں، جیسا کہ

مذکورہ بالا گراہی و جہالت کے حوالے سے حافظ ابن تیمیہؒ کا قول بیان کرتے ہوئے فرماتے

ہیں:

"ولذا قال الحافظ ابن تیمیہ : ان العالم المبتدع علی قدم النصارى والجاهل المبتدع علی قدم اليهود"⁵⁵

"بدعتی اگر عالم ہو تو وہ عیسائیوں کے نقش قدم پر گراہی کا شکار ہے اور اگر کوئی جاہل راہ بدعت اختیار کرتا ہے تو وہ یہودیوں کی روش جہالت پر گامزن ہے"

لغوی مباحث:

الفاظ کی لغوی مباحث اور معانی کو کبھی تفصیلاً بیان کرتے ہیں، لہذا آیت کریمہ "وظنوا انہم قد کذبوا"⁵⁶ کے تحت ایک لمبی بحث گمان کی کیفیات، کفار، مومنین اور انبیاء کے حوالے سے واضح فرماتے ہوئے یونسؑ کی مثال دیتے ہوئے "فظن ان لن نقدر علیہ"⁵⁷ عصمت انبیاءؑ کا دفاع کرتے ہیں اور آخر میں خلاصہ نکالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"فالظن حينئذ بمعنى الحاكم على الله بما وقع في نفسه"⁵⁸

"ظن سے مراد وہ فیصلہ ہے جو اللہ کے بارے میں ان کے خیال سے صادر ہوا"

پھر امام زرخشریؒ کا رد کرتے ہیں پہلے اس کا قول نقل کرتے ہیں۔

"ثم ان الزمخشري اخذ الظن "بمعنى الوسوسة ، تنزيها لجانب ابن عباس فانه كيف يتحمل الظن به في حق الرسل"⁵⁹

"ز مخشریؒ نے یہاں "ظن" کا معنی وسوسہ کیا ہے۔ تاک ابن عباس کے دامن کو بچایا جاسکے۔

کیونکہ وہ انبیاء کے بارے بد گمانی کیسے بول سکتے ہیں"

پھر اس کا رد کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"قلت الظن لم يثبت في اللغة بمعنى الوسوسة ، بل يقال للجانب الراجح"⁶⁰

"میں کہتا ہوں کہ لفظ ظن، لغت عربیہ میں کبھی بھی وسوسہ کے معنی میں ثابت نہیں ہوا بلکہ

راجح جانب کو ظن کہا جاتا ہے"

پھر لفظ ظن کے معانی و مدلولات کے بارے میں اپنا تردد پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"وكنت مترددا في قوله تعالى: "وان الظن لا يغنى من الحق شيئا"⁶¹ وقوله تعالى: "ان نظن الا ظنا"⁶² وكذلك اجد القرآن يذم الظن في غير واحد من الموضع، مع ان علوم المقلدين كلها من هذا القبيل

63"

"میں سورۃ النجم، جاثیہ اور النساء کی ان آیات میں لفظ ظن کے بارے میں کافی متردداں حیران تھا اور ویسے بھی قرآن کے بارے میں کئی مقامات پر ظن کی مذمت بیان کی گئی ہے اور مقلدین کے تو سارے علوم ہی ظنی ہیں تو یہ سب کیا ہے؟ پھر اپنی تشفی اور حیرانگی و تردد سے نکلنے کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"حتی رائیت فی بعض تصانیف ابن تیمیہ، ان الظن يطلق علی المرجوح ایضاً"⁶⁴

"یہاں تک کہ مجھے ابن تیمیہؒ کی کچھ تصانیف میں ظن کے متعلق یہ بات ملی، ظن کا اطلاق

مرجوح جانب پر بھی ہوتا ہے"

تجوید و قرأت کی توضیح:

فاضل مؤلف دوران تفسیر تجوید اور اس کے مسائل بیان کرتے ہیں، جیسا کہ انس بن مالک کی حدیث کہ آپ ﷺ کی قرأت مدّ والی ہوتی تھی۔

"كان بمد مداً"⁶⁵

اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

"واعلم ان سائل التجوید كلها مأخوذة من اللغة، ولم ارفی اللغة للمد باباً فلا ادري من اين اخذوه؟"⁶⁶

"معلوم ہونا چاہیے کہ تجوید کے تمام مسائل لغت سے لیے جاتے ہیں، مگر میں لغت میں کسی جگہ کوئی باب نہیں دیکھا مجھے نہیں معلوم کہ یہ لفظ "مد" کہاں سے لائے ہیں"

فاضل مؤلف تفسیر کے دوران جہاں مختلف قراءتیں ہوں، ان کی وضاحت کرتے ہیں، اور اختلاف قراءت سے حساب سے اختلاف معانی کو اردو زبان میں بھی واضح کرتے ہیں، جیسا کہ فرماتے ہیں:

"قوله: "وظنوا انهم قد كذبوا" ⁶⁷ فيه قرأتان: مخففة و مثقلة"⁶⁸

"ارشاد باری تعالیٰ "وظنوا انهم قد كذبوا" میں دو قراءتیں ہیں"

1. مخففة كذبوا

2. مثقلة كذبوا

پھر ان کے معانی کا اختلاف اردو زبان میں یوں واضح کرتے ہیں

وترجمة الاولى :

"ان پیغمبروں سے چھوٹ بولا گیا"

وترجمة الثانية:

"وہ تکذیب کیے گئے" 69

یعنی انہیں جھٹلایا گیا۔

قرآن مجید کی مختلف قراءتوں کے فوائد و نتائج پر نظر رکھتے ہیں۔ جیسا کہ آیۃ الوضو میں قراءت کے بارے فرماتے ہیں:

"وعليه قراءة الجر عندى فى آية المائدة "وامسحوا برؤسكم وارجلكم" 70 فان المسح على الارجل ثابت

فى حال التخفف " ولولا هذه القراءة لانعدمت مسئلة المسح على الخف عن القرآن راساً" 71

"سورة المائدة کی آیت الوضو میں؛ "وامسحوا برؤسکم وارجلکم" میں جڑ کی قراءت سے پاؤں پر حالت تخفیف میں

مسح کا اثبات ہے۔ اگر یہ قراءت نہ ہوتی تو موزوں پر مسح کا حکم کا وجود قرآن مجید سے سرے سے ختم ہو جاتا"

بلاغی مباحث:

مؤلف جہاں الفاظ کا ترجمہ کرتے ہیں، یا ان کا مفہوم بیان فرماتے ہیں۔ رہیں الفاظ میں معنوی گہرائی، اور وسعت کی

بلاغت کو بھی بیان فرماتے ہیں۔ مگر کبھی بلاغت پر تفصیل دینے کی بجائے کسی مؤلف کی تالیف کی طرف احالہ

فرمادیتے ہیں جیسا کہ فرماتے ہیں:

"قوله: "فصبر جميل"، وراجع البلاغة شرح الاشموني للالضية" 72

"فصبر جميل" کے الفاظ کی معنوی بلاغت اور گہرائی وسعت کے لیے علامہ اشمونی کی الضیہ

کی شرح کا مطالعہ کیجئے"

نحوی تحقیق:

اثنائے تفسیر نحوی اصطلاحات کا استعمال کرتے ہیں، جیسے:

"فانه قال: "ولقد اتيتك سبعاً من المثاني والقرآن العظيم" 73 عطف القرآن العظيم على الفاتحة، فدل على

التغاير، وخرجت الفاتحة عن كونها قرآن عظيمًا، فزاحه ان الفاتحة اعظم السور، لانها خرجت لهذا

الاطلاق عن كونها قرآنًا كما يوهمه التقابل" 74

"اس عبارت میں قرآن کا فاتحہ پر عطف لانا تغایر پر دلالت کرتا ہے۔ پھر اسے ساتھ میں قرآنی سورتوں میں سب سے افضل و اعظم قرار دینا اس وہم کے خاتمہ کیلئے ہے جو تقابل سے پیدا ہو سکتا تھا، کہ قرآن اور ہے سورۃ الفاتحہ اور ہے"

مؤلف نحو یوں کا موقف، مسالک اور ان کی اولہ پیش کرتے ہیں۔ اپنے موقف کو واضح کرتے ہیں۔ دوسروں کا علمی تعاقب فرماتے ہیں۔ جیسا کہ یہ مسئلہ کہ کیا "لام" کے معنی میں سے "الاستغراق" ہے یا نہیں؟
 "واعلم ان الاستغراق ليس من معاني اللام عندى، بل هي لام الجنس، ويفهم الاستغراق من الخارج"
 75

"جان لیجئے کہ استغراق "لام" معنی میں سے نہیں ہے۔ لام تو صرف جنس کیلئے ہوتی

ہے۔ استغراقی معنی تو خارج کی دلیل یا قرینہ سے سمجھا جاتا ہے"

پھر اپنے موقف کی تائید میں فرماتے ہیں:

"وهو مذهب الزمخشري"⁷⁶

"اور امام زمخشریؒ کا بھی یہی موقف ہے"

مزید فرماتے ہیں:

"فصرح ان اللام فى قوله الحمد لله رب العالمين للجنس"⁷⁷

"امام زمخشریؒ نے "الحمد لله رب العالمين" میں "لام" کے متعلق تصریح کی ہے کہ یہ جنس

کے لیے ہے"

پھر اس پر ایک امام کا اعتراض وارد کرتے ہیں:

"واعترض عليه التفتازاني انه من نزع الاعتزال"⁷⁸

"امام تفتازانیؒ نے اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ یہ معتزلہ کی چال اور ان کا وار ہے"

پھر امام فاضل مؤلف امام تفتازانیؒ کا تعاقب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"قلت: غفل التفتازاني عن مذهبه فان الاستغراق ليس من معاني اللام عنده اصلا ولذا لم ياخذها

الاستغراق فى سائر كتابه"⁷⁹

"میں کہتا ہوں کہ امام تفتازانیؒ اپنے موقف سے بھی غافل ہے کیونکہ لام کا معنی استغراق ان

کے ہاں بھی بالکل نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی پوری کتاب میں کسی بھی جگہ "لام
"کا استعمال برائے استغراق نہیں کیا"

پھر امام زمخشریؒ کا بھرپور دفاع کرتے ہیں:

"اما الاستغراق في قوله تعالى (الحمد لله رب العالمين) فانما حدث من اجل ان جنس الحمد اذا انحصر
في الله تعالى، وانتفى عن غيره، لزم الاستغراق لاحالة، فهو عنده لزومي، لانه من مدلول اللام"⁸⁰

"رہی یہ بات کہ پھر (الحمد لله رب العالمين) میں استغراقی معنی و مفہوم کہاں سے پیدا ہو گیا تو
اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جنس حمد جب پائی ہی صرف اللہ کی ذات میں جاتی ہے۔ اور باقی سب
سے اس کی نفی کر دی گئی ہے۔ تو اس نفی غیر اور اثبات فی ذات اللہ کی وجہ سے لاحالہ استغراقی
معنی کرنا لازم ٹھہرا۔ لہذا یہ لزومی معنی ہے نہ کہ استغراق پر لام بذات خود دلالت کر رہی
ہے"

پھر امام زمخشریؒ پر سورۃ العصر میں وارد ہونے والے اعتراض کا بھی جواب دیتے ہیں:

"ومن ههنا ظهر الجواب عما اراد عليه ان اللام في قوله تعالى: "ان الانسان لفي خسر" ولم تكن
للاستغراق لم يصح الاستثناء بعده، وذلك لانه لم ينكر نفس الاستغراق، بل انكر كونه مد لولا للام"⁸¹

"اسی بات سے معترضین کے اس اعتراض کا جواب بھی واضح ہو جاتا ہے جو انہوں نے سورۃ
العصر کی آیت "ان الانسان لفي خسر"⁸² کی لام پر کیا ہے۔ کہ اگر "لام" کی دلالت استغراق
کیلئے نہ ہوتی تو اس کے بعد استثناء درست نہ ہوتا"

تو جواب یہ ہے کہ زمخشریؒ نے استغراق کا انکار نہیں کیا، اس کا موقف تو بس اتنا ہے کہ "لام" استغراق پر دلالت نہیں
کرتی۔

شان نزول کا بیان:

آیات کی تفسیر کے دوران ان کا شان نزول بیان فرماتے ہیں: جیسا کہ سورۃ آل عمران کی آیت: 93 کی تفسیر میں
فرماتے ہیں:

"نزلت واقعه زنا يهودي ولعلها في السنة الرابعة"⁸³

"یہ آیت یہودی کے زنا کے واقعہ میں نازل ہوئی اور یہ وقوعہ شاید کے ہجرت کے چوتھے سال

پیش آیا"

ناسخ و منسوخ:

1. فاضل مؤلف نسخ و منسوخ کے معاملے میں اپنا واضح موقف اور منہج رکھتے ہیں۔ اور اسی کے مطابق

آیات مبارکہ کی تفسیر و تشریح فرماتے ہیں، جیسا کہ:

"ان قوله تعالى 'وعلى الذين يطيقونه' ⁸⁴ ليس بمنسوخ عندى" ⁸⁵

"وعلى الذين يطيقونه" میرے نزدیک منسوخ نہیں ہے"

مزید فرماتے ہیں:

"و بقاء جزئيات الفدية فى المذاهب الاربعة من اجل تلك الآية" ⁸⁶

"اور مذاہب اربعہ میں فدیہ کے بارے جتنی بھی فقہی جزئیات اور احکام و مسائل ہیں۔ اگر یہ

آیت نہ ہوتی تو ان سب کوئی اصل نہ ہوتی اور نہ ان کے وجود کا کوئی نشان نہ ہوتا"

"ولولا قوله: 'وعلى الذين يطيقونه' لم يبق لتلك الجزئيات فى الدين اصل" ⁸⁷

پھر فرماتے ہیں:

"وهذا هو السر فى بقاء تلك الآيات فى التلاوة ، فانها لا تزال معمولاً بها بنحو من الوجوه" ⁸⁸

"اور یہی راز ہے کہ اس آیت کی تلاوت باقی رکھی گئی ہے۔ اور آج تک یہ الفاظ اور ان کی

تلاوت پر عمل جاری و ساری ہے۔ کیونکہ اس میں کسی نہ کسی جزوی شکل میں اعمال و افعال اور

احکام کی اصل باقی ہے"

2. پھر نسخ و منسوخ کے بارے سلف صالح کا منہج نقل فرماتے ہیں:

"ثم انه قد كثر اطلاق النسخ فى السلف، وذلك لانهم سموا تقييد المطلق، وتخصيص العام ⁸⁹ وتاويل

الظاهر ايضاً نسخاً"

"اسلاف امت میں نسخ و منسوخ کا اطلاق و استعمال بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ

ہے کہ وہ کسی بھی مطلق کی تقييد ہو، عام کی تخصیص ہو یا کسی ظاہر کی کوئی تاویل ہو تو وہ ان سب

پر نسخ بول دیتے ہیں"

3. پھر نسخ و منسوخ کے بارے میں اصولوں کا منہج بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ایضاً "وقل عند الاصولیین بالنسبة الیہم" ⁹⁰

"اسلاف مفسرین و محدثین کے مد مقابل اصولی حضرات کے ہاں ان کی تالیفات و تصنیفات میں نسخ و منسوخ کا اطلاق و استعمال کم پایا جاتا ہے"

4. پھر نسخ و منسوخ کے بارے میں اپنا موقف و منہج دو ٹوک بیان کرتے ہیں:

"وقد انکرت النسخ راسنًا، بمعنی رفع الحکم بحیث لا یبقی لہ اسم ولا اثر فی جزی من الجزئیات" ⁹¹

"اس اعتبار سے میں نسخ کا سرے سے ہی انکاری ہوں کہ حکم اٹھالیا جائے اور اس کا کوئی نشان، علامت یا الفاظ بھی نہ بچیں۔ کیونکہ الفاظ و اسماء کا اثر کسی نہ کسی جزوی مسئلہ میں کسی نہ کسی شکل میں باقی رہتا ہے"

5. دیگر علماء جیسے منسوخ سمجھتے ہیں کا شمیریؒ اسے منسوخ نہیں مانتے، فرماتے ہیں:

"ثم ان ما یزعمہ الناس منسوخًا لیس بمنسوخ عندی، لقاء حکمہ فی الجنس" ⁹²

"جیسے لوگ منسوخ گمان کرتے ہیں وہ میرے نزدیک منسوخ نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس کا حکم کسی نہ کسی شکل میں جنسِ باری ہوتا ہے"

6. پھر اسے منسوخ نہ ماننے کا سبب بیان کرتے ہیں:

"ویکون ذلک تذکارًا لورود الحکم فی ذلک الجنس وان رفع الآن عن بعض انواعه" ⁹³

"اور یہ حکم یاد دہانی کے لیے ہوتا ہے جو دراصل پہلے عموماً تھا اور پھر کچھ جگہوں سے اس حکم کو ختم کر دیا گیا"

"وعلیہ قراءة الجر عندی فی آية المائدة" و امسحوا برؤسکم و ارجلکم " فان المسح علی الارجل ثابت فی حال التخفف" ⁹⁴

"اور سورة المائدة کی وضو والی آیت میں جَزَعْنِی زیر والی قراءت "کہ سر اور پاؤں کا مسح کرو" کیونکہ پاؤں کا مسح کچھ حالات میں ثابت ہے۔ (جیسا کہ موزوں کے ساتھ) تو یہ تخفیف کا معاملہ ہے"

"ولولا هذا القراءة لانعدمت مسئلة المسح علی الخف عن القرآن راسًا" ⁹⁵

"اگر یہ قراءت نہ ہوتی تو موزوں پر مسح کا مسئلہ کا وجود قرآن مجید سے کلی طور پر ختم ہو جاتا۔"

"ففى تلك القراءة إيماء الى ان الارجل قديكون لها حظ من المسح ايضاً فقاء هذا الحكم فى الجنس هو مستفاد تلك القراءة"⁹⁶

"لہذا اس قرأت میں اشارہ ہے کہ پاؤں کیلئے بھی بسا اوقات مسح مشروع ہے لہذا اس حالت میں اس کا حکم اس قرأت سے مستفاد امر ہے"

عقائد کی اصلاح:

دوران تفسیر صاحب فیض الباری عقائد اسلامیہ کی مکمل پاسداری فرماتے ہیں اور بالخصوص توحید باری تعالیٰ اور عصمت انبیاء کا بھرپور دفاع کرتے ہیں۔ جیسا کہ صحیح البخاری کی حدیث: 4551 میں سیدنا ابو ہریرہ کی روایت سے سورۃ البقرۃ کی آیت: 260

"رب ارنی کیف تحی الموتی قال اولم تومن قال بلیٰ ولكن لیطمئن قلبی"⁹⁷

کی تفسیر میں ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"نحن احق بالشک من ابراهیم"⁹⁸

کے حوالے سے فاضل مؤلف نے علماء و اہل علم کی طرف سے عصمت انبیاء پر مبنی جواب دیا ہے۔

"قال العلماء: معناه انه لم ليشك ولكنه سال عن كيفية الاحياء ونحن احرص عليها منه"⁹⁹

احکام و مسائل کا استنباط:

1. مؤلف تفسیر قرآن فرماتے ہوئے آیات قرآنیہ سے احکام و مسائل کا استنباط فرماتے ہیں، جب کہ سورۃ

البقرۃ کی آیت: 280 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"علم القرآن ان يهمل البائع المشتري ان كان معسراً"¹⁰⁰

"قرآن نے یہ تعلیم دی ہے کہ مال بیچنے والا خریدار کو مہلت دے اگر وہ تنگ دست ہو تو یعنی

اس کے ساتھ نرمی اور شفقت کا معاملہ کرے"

تفسیری اختلافات کی توضیح:

تفسیر میں مفسرین کے اختلافی پہلوؤں کو پوری وضاحت سے بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ مثلاً یہ ہے؟ فرماتے ہیں:

"وانما فسر مجاہد قوله" واخر متشبهت" ¹⁰¹ بكونه مصدقا بعضه لبعض ،لانه ليس عنده في القرآن شيء يكون مبهم المراد، فجملة على معنى التصديق ¹⁰²

"واخر متشابهات" کی تفسر امام مجاہد نے یہ فرمائی ہے کہ قرآن کا بعض، قرآن کے بعض کا تصدیق کرنے میں مشابہ ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک قرآن مجید میں کچھ بھی ایسا نہیں جس کا معنی مبہم ہو، یا واضح نہ ہو، اس لیے انہوں نے اس کا معنی التصدیق کیا ہے"

پھر فاضل مؤلف جمہور کے نقطہ نظر کو بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

"وهذا التفسير ليس بمختار عند الجمهور وكذا تفسيره للمحکمات بالحلل والحرام" ¹⁰³

"امام مجاہد کی متشابہ کی تفسیر" تصدیق کرنے والا "جمہور کے ہاں مختار نہیں ہے، اور اسی طرح مجاہد کا محکم کی تفسیر حلال و حرام سے کرنا مناسب نہیں ہے"

پھر جمہور کی تفسیر کو بیان کرتے ہیں:

"فالمحکم ما احکم مراده" ¹⁰⁴

"محکم وہ ہے جس کا معنی مراد پختہ اور یقینی ہو"

اور جمہور کے نزدیک متشابہ وہ ہے:

"والمتشابه ما اہم مراده" ¹⁰⁵

"جس کے معنی مراد میں ابہام پایا جاتا ہو"

فاضل مؤلف احناف اور شافعی حضرات کے مسلکی اختلافات کا جائزہ بیان کرتے ہیں، جیسا کہ متشابہ کی تاویل و تفسیر میں اس اختلاف کا تذکرہ یوں فرماتے ہیں:

"ثم ان الخلاف في تاويل المتشابه بين الحنفية والشافعية مشهور" ¹⁰⁶

"احناف و شوافع میں متشابہ کی تفسیر میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، وہ مشہور و معروف ہے"

پھر اس اختلاف کی نوعیت کو واضح کرتے ہیں:

"ولا يرجع الى كثير طائل" ¹⁰⁷

"یہ اختلاف کو وسیع عریض اور طبا جوڑا نہیں"

پھر اس کی وضاحت دیتے ہیں:

"فان المثبت اراد الظن والنافی اراد اليقين" ¹⁰⁸

"جو آیات قرآنیہ میں مشابہت اور تشابہ کا اثبات کرتا ہے اس کی مراد "ظن" ہے اور جو اس کی

نفی کرتا ہے اس کی مراد یقین ہے"

کسی مسئلہ پر جو اختلاف ہو تفصیلی دلائل، اختلافی اقوال، استدلال، ردود، ذکر کرنے کے بعد اس کا خلاصہ بیان کرتے

ہیں اور اس کا وہ نتیجہ نکالتے ہیں جسے وہ صحیح جانتے ہیں، جیسا کہ مسئلہ رجم کو تفصیلی بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"ومحصل الآيات، والأحاديث عندى ان اليهود يعاقبون على امرين: على تركهم مافى التوراة، وتركهم

الایمان بمحمد ﷺ كليهما" ¹⁰⁹

"آیات و احادیث کا حاصل اور خلاصہ یہ ہے کہ یہودیوں کو دو چیزوں پر عذاب و عتاب ہوگا

ایک تورات کی ہدایات کو ترک کرنے پر، اور دوسرا یہودیوں کا رسالت محمدیہ پر ایمان نہ لانے

پر سزا ہوگی"

پھر اختلافی بحث کو اپنی رائے بیان کر سمیٹ دیتے ہیں۔ جیسا کہ اس متشابہ کی بحث کے بعد فرماتے ہیں:

"قلت: وذلك فى القرآن كله ¹¹⁰ ولا يختص بالمتشابه فقط"

"میرا کہنا یہ ہے کہ امام ابن تیمیہؒ نے جو فیصلہ کن بات کی ہے وہ صرف متشابہ کے حوالے سے ہی

نہیں پورے قرآن کے بارے میں ہے"

یعنی ہم کسی بھی ترجمہ اور معنی و مراد کے بارے میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ کی منشاء مراد بھی وہی تھی جو ہم سمجھ

ہیں۔ اور کبھی کسی اختلافی مسئلہ اور بحث کے نتیجہ تک پہنچنے کیلئے دیگر ائمہ و علماء کی آراء بیان کر کے بات سمیٹ دیتے

ہیں۔ مثلاً یہ مسئلہ کہ قرآن مجید کے کیا کوئی ایسے الفاظ و کلمات اور آیات ہیں کہ جن کے معنی مقصود کا انسان کو بالکل

علم نہ ہو۔ اس پر حنا بلہ اور امام ابن تیمیہؒ کی رائے بیان فرما کر بات کو ختم فرمادیتے ہیں:

"ونكلم عليه ابن تيميه فى سورة الفاتحة وحقق انه ليس فى القرآن شئ لا نعلم مراده اصلاً نعم

لا **تكم** بكونه مراداً عند الله ايضاً" ¹¹¹

"اس مسئلہ پر امام ابن تیمیہؒ نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر میں سیر حاصل تحقیقی گفتگو کی ہے جس

کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں ایسی کوئی آیت نہیں کہ جس کے معنی مراد کا ہمیں بالکل ہی

پتہ نہ ہو ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم یہ نہیں کہہ سکتے ہیں جو معنی مراد ہمیں معلوم ہو رہی ہے اللہ کی منشاء اور مراد بھی وہی ہے"

تفسیر، مفسرین، تفسیری تصانیف اور مناجح پر تبصرہ:

صاحب فیض الباری تفسیری حوالوں سے مفسرین ان کی تصانیف اور مناجح تفسیر پر تبصرہ فرماتے ہیں، علمی محاکمہ کرتے ہیں، اسالیب کی تحسین فرماتے ہیں، ایک دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں جسے مرجوح سمجھیں اس کا تذکرہ فرماتے ہیں، جیسا کہ امام بخاریؒ کی کتاب تفسیر القرآن سے امام حاکم کی "تفسیر القرآن" کو بہتر سمجھتے ہیں۔ لہذا اس ترجیح کو یوں بیان کرتے ہیں:

"وتفسيرالحاكم في مستدرکه احسن منه عندی" ¹¹²

"میرے نزدیک امام حاکم کی مستدرک میں "تفسیر القرآن" امام بخاری کی "تفسیر القرآن" سے زیادہ بہتر ہے"

اور جس امام، مصنف یا تصنیف کے انداز و اسلوب یا اس کے منہج کو پسند فرماتے ہیں، اس کی کھلے الفاظ میں تعریف نقل کرواتے ہیں۔ جیسا کہ امام ابن جریر الطبری اور ان کی تفسیر کی تعریف میں گویا ہیں:

"وقد اخذابن جریر الطبری فی تفسیره عن آئمة النحو كثيرا ولذا جاء تفسیره عديم النظير" ¹¹³

"امام ابن جریر الطبری نے اپنی تفسیر میں آئمہ نحو سے کثرت کے ساتھ معلومات لی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ان کی تفسیر بے مثال ثابت ہوئی ہے"

اثناے تفسیر دیگر مفسرین کی تفسیر پر نظر رکھتے ہیں اور جہاں ضروری ہو ان کی بات بیان کرنے کے بعد اس پر مناسب نقد کرتے ہیں، جیسا کہ سورۃ البقرہ کی آیت: 127 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"قوله: "ربنا تقبل منا" ¹¹⁴ وقد قدر المفسرون ههنا "يقولون "ربنا" ¹¹⁵

"مفسر حضرات نے ربنا تقبل منا سے قبل "يقولون" کو مقدر جانا ہے"

پھر ان پر اعتراض کرتے ہیں:

"قلت: وهذا اعدام لغرض القرآن" ¹¹⁶

"میں کہتا ہوں کہ یہاں "يقولون" کو مقدمہ جانا قرآن مجید کے اعراض و مقاصد کو ختم

کرنے کے مترادف ہے"

مفسرین کی تصانیف و مناجح کی وضاحت:

کاشمیری مصنفین کی تصانیف اور ان کے اسالیب و مناجح پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ جو کہ ان کے کثرت مطالعہ کی دلیل بھی اور یوں وہ مصنفین اور تصنیفات کا تقابلی جائزہ پیش فرماتے ہیں۔ جیسا کہ امام بخاریؒ کی تفسیر القرآن پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے کتب ستر کا تقابلی جائزہ بھی مختصر آئیش کر دیا ہے، فرماتے ہیں:

"ثم اعلم ان تفسير المصنف ليس على شاكلة تفسير التاخرين في كشف المغلقات ، وتقرير المسائل بل قصد فيه اخراج حديث مناسب متعلق به ولو بوجه" ¹¹⁷

"آپ اس بات کو جان لیجئے کہ امام بخاریؒ کی الجامع الصحیح میں کتاب تفسیر القرآن کا انداز متاخرین علماء کے انداز تفسیر جیسا نہیں ہے۔ کہ تمام شکل مقامات کی تسہیل، پوشیدہ امور کی توضیح یا ہر مسئلہ کی مکمل وضاحت کریں، بلکہ ان کا مقصد تو صرف اتنا ہے کہ کسی بھی تفسیری مسئلہ میں اس موافق اور مناسبت سے کبھی بھی اعتبار سے کوئی حدیث مل جائے، تو وہ اس کو ذکر فرمادیتے ہیں"

پھر اصحاب کتب ستہ کے انداز تفسیر پر طائرانہ نظر ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والتفسير عنه مسلم اقل قليل" ¹¹⁸

"امام مسلم کے ہاں ان کی "صحیح" میں تفسیری مواد انتہائی قلیل ہے"

"واكثر منه عند الترمذی" ¹¹⁹

"اور امام مسلم سے کچھ زیادہ تفسیری مواد امام ترمذیؒ کا ہاں پایا جاتا ہے"

"وليس عند غيرهم من الصحاح السبب" ¹²⁰

"صحاح ستہ میں ان آئمہ کے علاوہ باقی مصنفین کی تصنیفات میں تفسیری مواد پایا ہی نہیں جاتا"

پھر امام ترمذیؒ اور امام بخاریؒ کی تفسیر القرآن کا تقابل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وانما كثر احاديث التفسير عند الترمذی لخفة شرطه ابابخاری فان له مقاصد اخرى

ايضاً، مع عدم مبالاته بالتكرار فجاء تفسيره البسط من هؤلاء كلهم" ¹²¹

"امام ترمذیؒ کے ہاں چونکہ بخاریؒ کی طرح کڑی شرائط موجود نہیں ہیں اور ان کی تفسیر

احادیث بھی کافی زیادہ ہیں مگر امام بخاریؒ کے روایت لانے کے کئی مقاصد ہوتے ہیں مگر وہ بار

بار روایت کے تکرار کی پرواہ نہیں کرتے۔ اسی لیے ان کی تفسیر باقی اصحاب محدثین کی نسبت کا فی پھیلی ہوئی ہے

بخاریؒ کے منہج تفسیر کی وضاحت:

مؤلف امام بخاریؒ کے منہج کو جا بجا عیاں کرتے جاتے ہیں اور امام بخاریؒ جہاں سے کوئی لفظ، جملہ، کلام یا عبادت لیتے اور نقل کرتے ہیں۔ یا کسی مؤلف کی موافقت فرماتے ہیں۔ تو علامہ کشمیریؒ ان اماکن کی نشاندہی بھی فرماتے ہیں اور ان کا سبب بھی بیان کرتے ہیں: حسیا کہ سورۃ البقرۃ کی آیت: 158 کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

“قوله: ”والصفا للجميع“ ولما يغرق ابو عبیدہ بین الجمع واسم الجمع، تبعه المؤلف ايضا في ذلك، فلم يفرق بين هما ايضا“¹²²

”امام بخاری کا فرمانا کہ ”الصفا للجميع“ یہ عبارت ابو عبیدہ کی ہے جب اس نے جمع اور اسم جمع میں فرق نہیں کیا تو امام بخاریؒ نے بھی اسے بغیر فرق کیے بیان کر دیا ہے۔“

امام بخاریؒ کے انداز تفسیر کو یا اس پر کسی ابہام کو رفع کرتے ہیں۔ حسیا کہ محکم و متناہ کی بحث میں فرماتے ہیں:

”ثم ان البخاری اخذ المتشابه في الترجمة بالمعنى غير المشهور واخرج الحديث للمعنى الاول المشهور، اى مبهم المراد ومن لا يدري المعنيين، يقلق فيه“¹²³

”امام بخاری ترجمۃ الباب میں متناہ کا غیر مشہور (خلاف جمہور) معنی بیان کیا ہے اور جو حدیث (عائشہ) لیکر آئے ہیں وہ متناہ کے مشہور معنی یعنی جس کی مراد مبہم ہو، کے مطابق ہے۔

اور جیسے دونوں معانی کے فرق کا پتہ نہ ہو تو وہ پریشان ہو جاتا ہے

وگر نہ امام بخاری کے ہاں مختار موقف اور پسندیدہ تفسیر وہی مشہور معنی ہے جو جمہور کے ہاں ہے کہ متناہ سے مراد وہ ہے کس کا معنی مبہم ہو، پھر امام بخاریؒ کے اس موقف کی دلیل بیان کرتے ہیں:

”والدلیل علیہ انه اخرج الحديث للجمهور“¹²⁴

”اس کی دلیل یہ ہے کہ وہ اس بات کے تحت جمہور کے موقف کی تائید کرنے والی حدیث

لائے ہیں

پھر فرماتے ہیں:

"ولو كان المختار عنده تفسير مجاهد لما اخرج الحديث الذي يؤيد الجمهور ، بل اخرج ما يوافق مجاهدا" ¹²⁵

"اگر بخاری کے نزدیک مختار رائے مجاہد کی ہوتی تو جمہور کی تائید میں حدیث عائشہ لانے کی بجائے کوئی ایسی روایت لاتے جو مجاہد کی موافقت کرتی"

اسی طرح امام بخاری کے منہج پر اٹھنے والے سوالات کے جواب دیتے ہیں۔ جیسا کہ یہ سوال کہ امام بخاری بسا اوقات ترجمہ الباب میں کچھ اور جبکہ اس کے تحت لائی جانے والی حدیث میں کچھ اور تفسیر کیوں لاتے ہیں تو امام بخاری کی طرف سے جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولعل المصنف اخرج تفسير مجاهد في الترجمة اشارة الى الخلاف فيه" ¹²⁶

"امام بخاری نے باب کے عنوان اور ترجمہ میں امام مجاہد کے قول اور تفسیر کو اس لیے نقل کیا ہے تاکہ اس میں جو اختلاف ہے اس کا پتہ چل سکے"

پھر امام بخاری کے موقف پر بات کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"والا فلمختار عنده ايضا هو المعنى المشهور" ¹²⁷

قرآن مجید کے ایک ترجمہ کو دوسرے ترجمہ پر ترجیح دیتے ہیں اور وجہ ترجیح بھی بیان کرتے ہیں: جیسا کہ لفظ "الیم" کے ترجمہ میں فرماتے ہیں:

"قوله: "الیم" مؤلم ترجیح من الالم وفسره السيوطي بالبناء للمفعول ، مؤلم وهو الارجح، لانه ابلغ" ¹²⁸

"امام بخاری کا فرمانا کہ لفظ "الم" کا معنی ہے درد دینے والا، تکلیف دینے والا، الم سے، جبکہ امام سیوطی نے مفعولی ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ میں چونکہ بلاغت زیادہ ہے اس لیے یہی زیادہ مناسب اور رائج ہے"

امام بخاری کے تفسیری منہج و انداز اسلوب عادات کو کئی پہلوؤں سے اجاگر کرتے ہیں۔ تاکہ طالب علم کو بات ذہن نشین ہو جائے۔

"ومن عادات المصنف انه يسمي احداثه يقول: وقال غيره كما فعل ههنا، فسمى اولها مجاهد ثم قال بعد عدة اسطر: وقال غيره: يسومونكم ..." ¹³⁰¹²⁹

"امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ وہ پہلے کسی کا نام لے کر اس کا قول نقل کرتے ہیں جیسے یہاں مجاہد کا نام لیکر ان کا قول بیان کیا ہے۔ اور پھر کچھ سطروں کے بعد فرماتے ہیں کہ ان (مجاہد) کے علاوہ کسی اور کا قول ہے کہ "یسو مونکم" سے مراد "یولونکم" ہے"

مزید برآں اس کا مقصد بھی بیان فرماتے ہیں کہ:

"لا یرید بذلک نقل الخلاف فی عین تلک المسئلة کما یتبادر من التقابل"¹³¹

"اس طرح اقوال ذکر کرنے کا مقصد ان کے ہاں عین اس مسئلہ میں اختلاف کو بیان کرنا نہیں ہوتا جیسا کہ تقابل سے محسوس ہوتا ہے۔ بلکہ ان کی عادت ہے کہ وہ اس پہلے مسئلہ سے ہٹ کر کوئی دوسرا مسئلہ بیان کرتے ہوئے فرمادیتے ہیں کہ کسی اور کا قول یوں ہے"

"ولکن من عاداته انه يقول: وغيره، ويكون ذلك في مسألة اخرى غير التي قبلت فتنبه لها"¹³²

لہذا مصنف کے اس انداز تفسیر کو ذہن نشین کر لیا جائے۔

امام بخاریؒ کے منہج تفسیر پر نقد:

صاحب فیض الباری جہاں ضروری سمجھتے ہیں کہ مصنف کتاب امام بخاریؒ پر ان کی تصنف اور منہج پر بھرپور تبصرہ و تنقید فرماتے ہیں۔ جب کہ کتاب "تفسیر القرآن" کی شرح میں امام بخاریؒ کے اسلوب تفسیر پر نقد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ولو كان البخاری ايضاً سا سیره لكان احسن ، لكنه كان عنده ، مجاز القرآن ، لا بی عبیده معمر بن المثنی فاخذ منه تفسير المفردات، وذلك ايضاً ، بدون ترتيب وتهديب ، فصار كتابه ايضاً على وازن كتاب الی عبیده في سوء الترتيب الركة، والاتيان ، بالا قوال المرجوحة ، والا انتقال من مادة الی مادة او من سورة ، فصعب على الطالبين فهم ومن لا يدري حقيقة الحال يظن ان المصنف الی بها اشارة الی اختيار تلك الاقوال المرجوحة ، مع انه رتب كتاب التفسير كله من كلام ابی عبیده ولم يعرج الی الفقدا صلاً"¹³³

امام بخاریؒ اگر امام ابن جریر جیسا انداز تفسیر اپناتے تو زیادہ بہتر ہوتا لیکن انہوں نے ابو عبیدہ معمر بن المثنیٰ کی کتاب "مجاز القرآن" سے الفاظ مفردات کی تفسیر تو ضیح لی ہے۔ اور مزید یہ کہ "مجاز القرآن" سے استفادہ کے دوران بخاریؒ

نے اپنی طرف سے کسی ترتیب کا نٹ چھانٹ یا تہذیب کا اہتمام نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے۔ ابو عبیدہ کی تصنف کی طرح امام بخاریؒ کی یہ تفسیر القرآن کی کتاب بھی بے ترتیبی، لفظی رکاکت اور مرجوح اقوال کا شکار ہو گئی ہے اسی طرح ایک لفظ کے مادہ اور اصل کے تذکرے سے دوسرے کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں۔ کبھی ایک سورت پر تفسیر کو درمیان میں چھوڑ کر دوسری سورت کی طرف چلے جانا، یہ ایسے اور ہیں جو متلاشی علم کیلئے حقیقت تک پہنچنے کے سفر کو دشوار بنا دیتے ہیں اور جیسے اسر تصنیف کا پتہ نہ ہو کہ امام بخاریؒ نے صرف اور صرف ابو عبیدہ کے تفسیری اقوال نقل کر دیے ہیں وہ انہیں امام بخاریؒ کی رائے اور اختیار سمجھ بیٹھنا ہے۔ حالانکہ یہ مرجوح اقوال امام ابو عبیدہ کا اختیار ہے نہ کہ بخاریؒ کا۔ انہوں نے تو بس ان کے اقوال بغیر رد و قد اور جرح و نقد کے نقل فرما دیے ہیں۔

یہی دھوکہ بد بخت مرزا قادیانی کو لگا ہے کہ وہ ابو عبیدہ کی بات کو امام بخاریؒ کا موقف سمجھ بیٹھا ہے، لہذا فرماتے ہیں:

"وهذا الذي عراشقى القاديان ، حيث عم ان البخارى اشافى تفسير الى ان الترض بمعنى الموت ، لانه فسر قوله تعالى "متوفيك" (آل عمران: 55) بمميتك، وهذا الآخر لم يوفق ليفهم ان الحال ليس كسائر كما زعمه ولكنه كان فى مجاز القرآن فنقله بعينه كسائر التفسير فان كان ذلك مختاراً كان لابی عبيده لا للمصنف"¹³⁴

"اسی زعم کا شکار مرزا قادیانی ہو کہ وہ سمجھ بیٹھا کہ امام بخاریؒ بھی "التوفی" سے مراد موت لیتے ہیں کیونکہ ان کی کتاب میں "متوفیک" کا معنی "بممیتک" یعنی موت کیا گیا ہے۔ حالانکہ مرزا کا یہ زعم درست نہیں، کیونکہ بخاریؒ نے باقی تفسیر کی طرح مجاز القرآن سے اقوال من وعن ذکر کر دیے ہیں۔ اور اگر اسے موقف سمجھنا ہی تھا تو ابو عبیدہ کا سمجھا جاتا نہ کہ بخاریؒ کا"

نتائج:

صاحب فیض الباری تفسیر القرآن درج ذیل مناجح اپناتے ہیں:

- 1- الفاظ کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہیں۔¹³⁵
- 2- کبھی نحوی توضیح فرماتے ہیں۔¹³⁶
- 3- جہاں ضروری ہو وہاں صرفی تشریح کرتے ہیں۔¹³⁷
- 4- الفاظ قرآنیہ کی مدلولات بیان کرتے ہیں۔¹³⁸

- 5- مختلف قراءت کا ذکر کرتے ہیں۔¹³⁹
- 6- شان نزول بیان فرماتے ہیں۔¹⁴⁰
- 7- مستنبط مسائل ذکر کرتے ہیں۔¹⁴¹
- 8- مفسرین کی مختلف آراء و اقوال درج کرتے ہیں۔¹⁴²
- 9- ناسخ و منسوخ کا ذکر کرتے ہیں اور اپنا موقف دیتے ہیں۔¹⁴³
- 10- علم القرآن کی بحث جھیڑتے ہیں۔¹⁴⁴
- 11- مفسرین کے اسالیب و مناجج بیان کرتے ہیں۔¹⁴⁵
- 12- تفاسیر کے محاسن نقل کرتے ہیں۔¹⁴⁶
- 13- تفسیرین کے نقائص عیاں کرتے ہیں۔¹⁴⁷
- 14- متقدمین و متاخرین کے ہاں علمی اصطلاحات کے فرق بیان کرتے ہیں۔¹⁴⁸
- 15- حکایات کے ذریعے تفسیر اور آئمہ تفسیر کی شدت عناب ذکر کرتے ہیں۔¹⁴⁹
- 16- تفسیر بالماثور پر بات کرتے ہیں۔¹⁵⁰
- 17- تفسیر بالرائی المحمود والمذموم کا ذکر کرتے ہیں۔¹⁵¹
- 18- کتب سنہ اور اس کے مؤلفین کے صحیح تفسیر پر روشنی ڈالتے ہیں۔¹⁵²
- 19- تفسیر القرآن بالقرآن کا اہتمام فرماتے ہیں۔¹⁵³
- 20- تفسیر میں قیل کے صغیے کے ساتھ زیادہ تر اقوال نقل کرتے ہیں۔¹⁵⁴
- 21- سورتوں کے نام اور وجہ تسمیہ کا ذکر کرتے ہیں۔¹⁵⁵
- 22- سابقہ کتب سماویہ ان کی عبادات اور الفاظ پر طائرانہ نظر ڈالتے ہیں۔¹⁵⁶
- 23- الفاظ میں وضاحت و بلاغت بیان کرتے ہیں۔¹⁵⁷
- 24- امام بخاریؒ کے اسلوب تفسیر پر نقد کرتے ہیں۔¹⁵⁸
- 25- آیات سے مسلکی استنباطات کا تذکرہ فرماتے ہیں۔¹⁵⁹
- 26- آیات کی اردو زبان میں تشریح اور تفسیر فرماتے ہیں۔¹⁶⁰

27۔ بعض اماکن کی تفسیر نہیں کرتے، کہیں انتہائی اختصار سے کام لیتے ہیں اور بعض آیات کی تفصیلی تفسیر پیش کرتے ہیں۔

28۔ پوری کتاب التفسیر میں ترتیب کے ساتھ ایک جیسا منہج اختیار نہیں کرتے۔

حوالہ جات

- ¹مولانا محمد انوری، انوار امور، شعبہ نشر و اشاعت جامعہ عربیہ کراچی، ص 4
- ²البسوری، محمد یوسف بن زکریا، نفخ العنبر فی حیاۃ امام العصر الشیخ انور، المجلس العلمی، 1389ھ۔ 1969ء، ص 1
- ³البسوری، نفخ العنبر، ص 1
- ⁴ایضاً
- ⁵ایضاً، ص 2
- ⁶ایضاً
- ⁷ایضاً، ص 3
- ⁸ایضاً، ص 3، انوار ص 33
- ⁹ایضاً، ص 4، انوار ص 33
- ¹⁰ایضاً، ص 7، عبد الرحمن کوندو، نقد س انور، مکتبہ عمر فاروق، ص 108
- ¹¹ایضاً، ص 8
- ¹²ایضاً، ص 11
- ¹³البسوری، نفخ العنبر، ص 13
- ¹⁴ایضاً، ص 19
- ¹⁵انوری، انوار انوری، ص 5
- ¹⁶حقانی، عبدالقیوم، جمال انور، القاسم اکیدی، جامعہ ابو ہریرہ، نوشہرہ، ص 57
- ¹⁷محمد انظر شاہ مسعودی، حیات محدث کشمیری، ادارہ تالیف اشرفیہ، ملتان پاکستان، ص 31، نقش دوام، بیت الحکمت دیوبند، انڈیا
- ¹⁸حقانی عبدالقیوم، جمال انور، ص 187
- ¹⁹انوار، ص 16، 15، جمال انور، ص 70، 67
- ²⁰حیات محدث کشمیری، ص 170
- ²¹البسوری، نفخ العنبر، ص 290
- ²²البسوری، نفخ العنبر، ص 290
- ²³کشمیری انور شاہ، فیض الہاری علی صحیح البخاری، دار الکتب العلمیہ، بیروت
- و مکتبہ رشیدیہ، سرکی روڈ، کوئٹہ، ج 5، ص 37

- ²⁴ال عمران: 140
- ²⁵فیض الباری، ج 5، ص 37
- ²⁶ایضاً
- ²⁷ایضاً
- ²⁸فیض الباری، ج 5، ص 37
- ²⁹ایضاً
- ³⁰ایضاً
- ³¹ایضاً
- ³²ایضاً
- ³³فیض الباری، ج 5، ص 38
- ³⁴ایضاً
- ³⁵ایضاً
- ³⁶ایضاً
- ³⁷ایضاً، ج 5، ص 186
- ³⁸طہ: 5
- ³⁹التوبہ: 128
- ⁴⁰فیض، ج 5، ص 186
- ⁴¹فیض، ج 5، ص 192
- ⁴²فیض، ج 5، ص 185
- ⁴³ایضاً
- ⁴⁴ایضاً، ج 5، ص 231
- ⁴⁵فیض، ج 5، ص 198
- ⁴⁶ایضاً، ص 200
- ⁴⁷ایضاً
- ⁴⁸ال عمران: 125
- ⁴⁹فیض، ج 5، ص 7
- ⁵⁰فیض، ج 5، ص 191
- ⁵¹ایضاً
- ⁵²ایضاً
- ⁵³ایضاً

- ⁵⁴ ایضاً
- ⁵⁵ فیض، ج 5، ص 191
- ⁵⁶ یوسف: 110
- ⁵⁷ انبیاء: 87
- ⁵⁸ فیض الباری، ج 5، ص 211
- ⁵⁹ ایضاً
- ⁶⁰ ایضاً
- ⁶¹ النجم: 28
- ⁶² الباقیہ: 32
- ⁶³ فیض الباری ج 5 ص 212
- ⁶⁴ ایضاً
- ⁶⁵ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دار السلام، ریاض 1999، ج 5046
- ⁶⁶ فیض الباری ج 5 ص 490
- ⁶⁷ یوسف: 110
- ⁶⁸ فیض الباری ج 5 ص 210
- ⁶⁹ ایضاً
- ⁷⁰ المائدہ: 6
- ⁷¹ فیض الباری ج 5 ص 196
- ⁷² ایضاً، ص 75
- ⁷³ الحجر: 87
- ⁷⁴ فیض الباری، ج 5، ص 190
- ⁷⁵ ایضاً، ص 202
- ⁷⁶ ایضاً
- ⁷⁷ ایضاً
- ⁷⁸ ایضاً، ص 203
- ⁷⁹ ایضاً
- ⁸⁰ ایضاً
- ⁸¹ ایضاً
- ⁸² العصر: 2
- ⁸³ فیض الباری، ج 5، ص 226

⁸⁴ بقدرہ: 184

⁸⁵ فیض الباری، ج 5، ص 204

⁸⁶ ایضاً

⁸⁷ ایضاً

⁸⁸ ایضاً

⁸⁹ ایضاً

⁹⁰ ایضاً

⁹¹ ایضاً

⁹² ایضاً، ص 196

⁹³ ایضاً

⁹⁴ ایضاً

⁹⁵ ایضاً

⁹⁶ ایضاً

⁹⁷ بقدرہ: 260

⁹⁸ بخاری، الجامع الصحیح ح 4537

⁹⁹ فیض الباری، ج 5، ص 218

¹⁰⁰ ایضاً، ص 219، 220

¹⁰¹ ال عمران: 7

¹⁰² فیض الباری، ج 5، ص 221، 222

¹⁰³ ایضاً، ص 222

¹⁰⁴ ایضاً

¹⁰⁵ ایضاً

¹⁰⁶ ایضاً

¹⁰⁷ ایضاً

¹⁰⁸ ایضاً

¹⁰⁹ ایضاً، ص 231

¹¹⁰ ایضاً، ص 222

¹¹¹ ایضاً

¹¹² ایضاً S185،

¹¹³ ایضاً

- ¹¹⁴البقرہ: 127
- ¹¹⁵فیض الباری، ج 5، ص 197
- ¹¹⁶ایضاً
- ¹¹⁷ایضاً، ص 186
- ¹¹⁸ایضاً
- ¹¹⁹ایضاً
- ¹²⁰ایضاً
- ¹²¹ایضاً
- ¹²²ایضاً، ص 201
- ¹²³ایضاً، ص 221
- ¹²⁴ایضاً، ص 222
- ¹²⁵ایضاً
- ¹²⁶ایضاً
- ¹²⁷ایضاً
- ¹²⁸ایضاً، ص 223
- ¹²⁹البقرہ: 49
- ¹³⁰فیض الباری، ج 5، ص 193
- ¹³¹ایضاً
- ¹³²ایضاً
- ¹³³ایضاً، ص 185
- ¹³⁴ایضاً
- ¹³⁵ایضاً، ص 211
- ¹³⁶ایضاً، ص 190، 197، 360
- ¹³⁷ایضاً، ص 5
- ¹³⁸ایضاً، ص 207
- ¹³⁹ایضاً، ص 196
- ¹⁴⁰ایضاً، ص 361، 362
- ¹⁴¹ایضاً، ص 219، 220
- ¹⁴²ایضاً، ص 222
- ¹⁴³ایضاً، ص 196، 197

¹⁴⁴ایضاً، ص 185

¹⁴⁵ایضاً

¹⁴⁶ایضاً

¹⁴⁷ایضاً

¹⁴⁸ایضاً

¹⁴⁹ایضاً، ص 186

¹⁵⁰ایضاً

¹⁵¹ایضاً

¹⁵²ایضاً

¹⁵³ایضاً

¹⁵⁴ایضاً

¹⁵⁵ایضاً، ص 18

¹⁵⁶ایضاً

¹⁵⁷ایضاً، ص 186

¹⁵⁸ایضاً، ص 188

¹⁵⁹ایضاً ص 189، 202

¹⁶⁰ایضاً، ص 332